مولانا عزیز زبیدی (منڈی واربرٹن)

دوامِ حدیث

غیر محتاط کمائی اور حرام خوری کے نتائج

۱- عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

"یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْہُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ"

(رواہ البخاری)

بے پرواہ کمائی:

فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ (جب) آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو کچھ حاصل کیا (کمایا) ہے، کیا جائز طریقے سے کمایا تھا یا ناجائز طریقے سے!"

جس غیر محتاط دور اور وقت کی پیش گوئی کی گئی تھی، وہ مدت ہوئی شروع ہو چکا ہے، شروع کیا، اب وہ عروج پر پہنچ چکا ہے۔ یہ ہوس انسانی سطح سے گر کر اب خالصۃً حیوانی زمین سے ابھر کر چھا گئی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ آجانا چاہیئے، کچھ نہیں بلکہ اسے سبھی کچھ سمیٹ لینا چاہیئے۔ لیکن انہیں اس امر کی قطعاً پرواہ نہیں ہے کہ جو کچھ آرہا ہے یا آگیا ہے، کیا وہ جائز طریقے کی پیداوار ہے یا ناجائز کی ــــ کسی کو اندھیرے میں رکھ کر یا دبا کر کمایا ہے یا معروف اور جائز طریقہ سے کمایا ہے، ان کی بلا جانے! ــــ اس احساس اور شعور کے فقدان کی وجہ سے جائز کمایا ہوا بھی ناجائز ہو رہا ہے۔ کیونکہ اب جو جائز حصہ ہے، اس کی حیثیت بھی اتفاقات کی ہے، دیانتداری کی نہیں ہے، بالکل یوں جیسے وہ بے خدا جیتے ہیں، اس لئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی جائز کمائی تو کم از کم جائز رہے تو پھر اپنے مقصد و ارادہ کو جہیز کیجئے تاکہ ایک طرف تو رخ سیدھا ہو سکے، جس کا منہ منزل کی طرف ہے ــــ اس کے بغیر تو عمر بھر بھی آپ رواں رہے تو منزل تو کجا، اس کی طرف رخ سیدھا کرنے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو غیر مسلم طبعاً شریف اور معقول ہوتے ہیں اور ان کے کام بھی خاصے معقول اور سنجیدہ ہوتے ہیں، وہ تمام عمر راست روی کے باوجود، منزل کی طرف جو راہ جاتی ہے، اس طرف ان کا رخ بھی نہیں ہو پاتا۔ کیونکہ نتائج کا تعلق قصد و ارادہ سے ہوتا ہے، اتفاقات سے نہیں ــــ اس لئے

ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جو بھی قدم اٹھاتے ہیں وہ خدا کی طرف نہیں اٹھتا بلکہ یوں اٹھتا ہے جیسے وہ خود خدا ہوں یا سچے خدا کے سوا ان کا خدا کوئی اور ہو۔

بہرحال جائز اور ناجائز کے احساس سے بے پرواہ کمائی کی سنگینی اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ناجائز کمائی کو تو حرام رہنا ہی تھا اور جو جائز کمائی تھی وہ بھی ''حرام'' کے دائرے سے نہ نکل سکی۔ کیونکہ جائز ہوگئی ہے تو اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ ذاتِ برتر کے حکم، منشا اور مرضی کا نتیجہ تھا بلکہ اتفاقاً ایسا ہوگیا ہے، اس نے جان کر ایسا نہیں کیا۔ بالکل یوں جیسے راہ چلتے کسی کو ایک مقام راستے میں پڑا ہو مگر اس کا احساس کئے بغیر وہ وہاں سے گذر گیا ہو۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اسے پالیا ہے۔ بالکل یہی حال حلال و حرام سے بے نیاز کمائی کا ہے کہ وہاں حلال حرام سب حرام رہتے ہیں۔

۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَۃِ دَرَاہِمَ وَفِیْہِ دِرْہَمٌ حَرَامٌ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ تَعَالیٰ لَہٗ صَلٰوۃً مَادَامَ عَلَیْہِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُہٗ (رواہ احمد)

حلال کمائی میں حرام کمائی کا ایک پیسہ:

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دس درہم (پیسوں) کے عوض ایک کپڑا خریدا اور اس میں حرام کا ایک درہم (پیسہ) بھی تھا (تو) جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پہ رہے گا اس وقت تک اس کی ایک نماز بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔ پھر (ابن عمرؓ نے) اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کرکے کہا کہ یہ دونوں بہرے ہی ہوجائیں، اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا فرماتے نہ سنا ہو۔''

اس حدیث میں بھی بے پرواہ کمائی اور اس کے بے نیاز مصارف کا ذکر کیا گیا ہے کہ: دس پیسے میں اگر حرام کا ایک ٹیڈی پیسہ بھی شامل ہے تو باقی ساری جائز کمائی بھی بے وزن ہوجائے گی بالکل اسی طرح جس طرح دودھ کے ایک مٹکے میں پیشاب کا ایک چلو——!

جو لوگ اسی قسم کی کمائی سے خیرات کرتے یا زکوٰۃ دیتے ہیں، اسی قسم کی کمائی کی غذا پر روزے رکھتے اور افطار کرتے ہیں یا حج کو جاتے ہیں اور خانہ کعبہ اور حرمین شریفین کی زیارت کو جاتے ہیں، فرمائیے ان کا کیا بنے گا؟—— اگر ان کی بھی یہی کیفیت رہی تو پھر خدا کے ہاں تو خالی ہاتھ پہنچنے والی بات ہی بنی!

اب خود ہی سوچئے، کہ پھر وہاں کیا بنے گا؟ شفاعت تو واقعی ایک عظیم حقیقت ہے، لیکن جب اس کی اللہ تعالیٰ نیکوں کو اجازت دے گا۔ اگر وہاں قبول ہی کچھ نہ ہو تو شفاعت کا ہے کی! شفاعت تو

وہاں سختی ہے جہاں کمائی میں تھوڑی بہت کسر رہ گئی ہو، جہاں خانہ ہی خالی ہو تو شفاعت کیسی؛
غیر محتاط کمائی رکھنے والو، ابھی سے سوچ لو! یہ کمائی وہاں کام آنے کی بجائے اگر بار دوش بن گئی تو پھر کیا کرو گے؟
کشتیٔ حیات میں آنا ہی مال لادو جتنا کہ یہ سفینہ خیر و عافیت کے ساتھ پار ہو جائے۔ اتنا بوجھ اس میں نہ ڈالئے کہ جب گہرے پانی میں کشتی پہنچے تو گرانباری سے ڈوب جائے۔

دنیا کے دماغ میں ایک کوڑھ پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ معنوی گندگی اور غلاظت کا احساس نہیں کرتی اور نہ اسے اس سے گھن آتی ہے، وہ یہ کہ:

دیانتداری کے پورے سفر حیات میں بد دیانتی کے ایک فرلانگ، سچ کی پونجی میں مٹھی بھر جھوٹ کی آمیزش، توحید کے مبارک کلام میں شرک و بدعت کے ایک بول، پاک کمائی کے سارے سرمایہ میں ناپاک کمائی کے دسویں حصے اور نیکی کے کاموں میں بدی کے چھوٹے چھوٹے ٹانکوں سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا ـــــ حالانکہ اس سے دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ اتنی سی غلطی سے کیا ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا" (رواہ ابن ماجہ)

"چھوٹے گناہوں کو معمولی نہ سمجھو، یہ بلائیں ہیں (ان) سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی بھی چیکنگ ہوتی ہے"

یہ اس لئے کہ جو چھوٹے گناہ ہوتے ہیں، ان کو عادت بنا لینے سے وہ صغیرہ (چھوٹے گناہ) نہیں رہتے بلکہ کبیرہ (بڑے گناہ) بن جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ چھوٹے گناہوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے ایک مومن کو گناہ سے جو اجنبیت اور وحشت ہو سکتی ہے وہ کم ہو جاتی ہے۔ بلکہ بتدریج وہ معصیت طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، اس لئے ارشاد ہوتا ہے:

"ان العبد اذا اخطأ خطيئة نكتت فى قلبه نكتة سوداء فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبه وان عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه" (ترمذی)

"بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اب اگر وہ اس سے باز آگیا، مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے اس کی عادت بنالی (تو) وہ داغ اور بڑھ جاتا ہے (یہاں تک کہ) اس کے دل پر چھا جاتا ہے"

شروع میں ایک مسلم، ایک مومن کی حیثیت سے غلط اور ناجائز کام کیلئے، شرح صدر کے ساتھ تیار نہیں ہو جاتا بلکہ بتدریج وہ اس کی طرف بڑھتا ہے، جب وہ اس راستہ پر پڑ جاتا ہے تو پھر اس کیلئے

معصیت بھی شیر مادر بن جاتی ہے، اب وہ معصیت اس کے لئے معصیت نہیں رہتی فیشن بن جاتی ہے۔گناہ سے اسے گھن نہیں آتی، اس سے عشق ہو جاتا ہے — اس حماقت پر روتا نہیں ہنستا ہے۔ اس پر جو نیک بخت اسے ٹوکے وہ اس کی پگڑی اچھالنے میں ایک خاص کیف محسوس کرتا ہے۔ اس کی ڈاڑھی بھی نوچتا ہے اور دنیا سے دلو کا طالب بھی ہوتا ہے۔ یہ سٹیج بڑی کٹھن ہوتی ہے۔ وہاں پہنچ کر واپس پلٹنا خدا کی خاص نظرِ عنایت کے بغیر محال ہوتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تقریباً تقریباً دنیا اسی سٹیج پر پہنچ گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۳۔ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلٰى بِهٖ" (رواہ احمد)

مالِ حرام سے پلا ہوا جسم:

فرمایا: "جس شخص کا گوشت مالِ حرام کھا کھا کر پلا ہو جنت میں نہیں جائیگا، جو گوشت حرام سے پیدا ہوا ہے دوزخ کی آگ ہی اس کے لئے زیادہ مناسب ہے"

مالِ حرام ایک معنوی گندگی ہے۔ جو اس غذا سے پل کر جوان ہوتے اور اسے ہی چھوڑ کر مرتے ہیں وہ سراپا گندگی اور غلاظت کا ایک ڈھیر بن کر جاتے ہیں — آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ معنوی گندگی اس مادی غلاظت اور نجاست سے کہیں زیادہ بدبو رکھتی ہے۔ اس لئے بہشت جیسی پاک اور عطر بیز کائنات میں اس کا داخلہ بہشت کے پورے ماحول کو تلپٹ کرنے والی بات ہے۔ فرمایا منکرینِ حق کی روح جب خارج ہوتی ہے تو سب سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے:

"تخرج منها كانتن ريح جيفة" (رواہ احمد)

جو فضا مردار کی وجہ سے متعفن ہو جاتی ہے، اس کا علاج یہی ہوتا ہے کہ اس مردار کو وہاں سے ہٹا دیا جائے یا آگ دکھا کر اس کو فنا کر دیا جائے۔ ورنہ اس میں دوسروں کیلئے جینا بھی دوبھر ہو جائیگا۔

دورِ حاضر میں سب سے کٹھن منزل حلال کمائی کی ہے اور سب سے آسان حرام کمائی کی۔ اس لئے حرام کمائی اپنے پورے کر و فر کے ساتھ دندنا رہی ہے اور حلال کمائی کا یہ عالم ہے کہ اسے منہ چھپاتے بنتی ہے۔

دنیا میں حیا کی کمی، خدا خوفی کا فقدان، بھلے کاموں سے نفرت، احکام الٰہی کے تصور سے گھٹن، نیک لوگوں کی محفل سے وحشت، برے لوگوں کی صحبت میں ایک کیف اور لذت کا جو سماں طاری ہو گیا ہے وہ سب اسی حرام کمائی کے بدنتائج ہیں۔ کیونکہ حرام کمائی سے باطنی طہارت کا خون ہوتا ہے، توجہ الی اللہ کے راستے بند ہوتے ہیں، فضائیں مسموم ہو جاتی ہیں، خود غرضی کے بھوت مچلتے ہیں، رحمت و رأفت کے

سلسلے رک جاتے ہیں، استحصال کا دور چلتا ہے، زندگی سے اخلاقی اور روحانی قدریں رخصت ہو جاتی ہیں۔ اب جو قدم بھی اٹھتا ہے صرف کاروباری ہوتا ہے، رضا کارانہ یا طلبِ آخرت کی تحریک دم توڑ دیتی ہے۔ اس لئے وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے ——!

حضرت بشر حافی سے کسی نے پوچھا کہ سکونِ قلب اور طمانینت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ فرمایا:

"اللہ کی یاد سے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب)!"

سائل نے کہا کہ:

"جناب حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے، "حلال غذا!"

فرمایا: "بالکل ٹھیک ہے!"

یعنی واقعی حلال کمائی اور پاک غذا کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ذکر اللہ کی توفیق بھی باطنی طہارت کے بغیر نہیں ملتی، اگر کوئی اس کا تکلف کرے گا بھی، تو اس کے وہ نتائج برآمد نہیں ہو سکیں گے جو باطنی طہارت کے قدرتی نتائج ہو سکتے ہیں ——— جب سرے سے اللہ کی یاد ہی نہ رہی اور اگر رہی بھی تو دا غدار اور مبنی بر تکلف، تو اس سے سکونِ قلب اور طمانینت کی دولت کیسے حاصل ہو سکے گی؟

الغرض:

حرام کمائی اور غذا کا بالآخر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رزق کی وافر بہتات کے باوجود طمانینت اور دل کو سکون نہیں ملتا اور نہ ہی آخرت ہاتھ آتی ہے، بلکہ دونوں چیزیں جاتی رہتی ہیں ؎

خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے!

باقی رہی پیٹ بھرنے، زرق برق لباس پہننے، صوفے سیٹ اور ٹھاٹھ باٹھ جیسی گھڑیوں کی باتیں، تو بس یوں تصور کیجئے، ہارٹ فیل ہونے کے سامان ہیں یا مسکراہٹوں کے نیچے نوحے! ——— حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ خیال نہ کیجئے کہ:

"ہم نے ان پر داد و دہش کر کے ان کو نوازا ہے، بلکہ ان پر اپنی گرفت سخت کرنے کی یہ تدبیریں ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ ایسے حرام خوروں کا انجام عموماً افسوسناک ہی رہا ہے!